

بھلا دیا نا.....؟

کہا تھا تم نے

”مجھے بھلا نا نہیں ہے آسان اتنا جاناں!“

کہا تھا میں نے

اگر میں چاہوں تو ایک پل میں تمہیں بھلا دوں

کہا جو میں نے وہی کیا نا۔۔۔۔؟

بھلا دیا نا۔۔۔۔۔؟؟

فاخرہ بتول

فہرست

۱۱	بھلا دیا نا.....؟	-۱
۱۳	سلام	-۲
۱۵	در تپکے سے دیا جا کر ہٹا دو	-۳
۱۷	دو اشعار	-۴
۱۸	مجھے مد ہوش رہنے دو	-۵
۲۰	نیا سورج	-۶
۲۱	محبت میں کوئی بھی المیہ اچھا نہیں لگتا	-۷
۲۳	اداسیوں کا ہنرا اختیار کرتے ہیں	-۸
۲۵	دُعا	-۹
۲۶	بھید	-۱۰
۲۷	اسی لمحے پھڑکتے ہیں	-۱۱
۲۸	محبت کی نہیں تم نے.....	-۱۲
۳۰	محبت تم نے کی ہوگی.....	-۱۳
۳۲	جدائیوں کا مکمل حساب لکھ ڈالو	-۱۴
۳۳	روایتوں کی میں مخصوص حد نہ دیکھ سکی	-۱۵
۳۴	مگر تم ٹھیک کہتے ہو	-۱۶
۳۶	تمہاری آنکھیں	-۱۷
۳۷	ہم خواب سمندر سے نکلتے بھی تو کیسے	-۱۸
۳۸	”تھی“ سے ”ہے“ تک	-۱۹
۴۰	محبت پا کے دل کھوتا پڑے گا کب یہ سوچا تھا	-۲۰
۴۱	مرے سورج	-۲۱

تعارف

نام	فاخرہ بتول
ولدیت	سیّد صفدر علی نقوی (شہید)
تعلیم	ایم اے (اردو) بی ایڈ
کتاب کا نام	”بھلا دیا نا.....؟“
اشاعتِ اول	۲۰۰۳ء
دیگر تصانیف	(شعری سفر)
۱- پمکلیں جھگی جھگی سی	پانچواں ایڈیشن (اشاعتِ اول ۱۹۹۶)
۲- چاند نے بادل اوڑھ لیا	پانچواں ایڈیشن (اشاعتِ اول ۱۹۹۷)
۳- کہو وہ چاند کیسا تھا؟	پانچواں ایڈیشن (اشاعتِ اول ۱۹۹۸)
۴- اب بھرے شہر میں مجھے ڈھونڈو	پانچواں ایڈیشن (اشاعتِ اول ۱۹۹۹)
۵- سمندر پوچھتا ہوگا	تیسرا ایڈیشن (اشاعتِ اول ۲۰۰۰)
۶- دُور مت نکل جانا	دوسرا ایڈیشن (اشاعتِ اول ۲۰۰۱)
ایڈریس:	مکان نمبر 1/BB-644/A گلی نمبر ۳ عید گاہ راولپنڈی
ای میل:	fakhira_batool@yahoo.com
ویب سائٹ:	http:// go.to/fakhira.com
	http://poetry. urdupoint.com/fakhira_batool

- ۲۲ - آسماں بحر کی پتلی سے عیاں ہوتا ہے
- ۲۳ - خواب لکھ جاؤ.....
- ۲۴ - مجھے تم چھوڑ سکتے ہو.....
- ۲۵ - جو بن پڑے تو.....
- ۲۶ - اگر.....
- ۲۷ - اس در پہ سر جھکا بھی لیا کچھ نہیں ہوا
- ۲۸ - قسم لے لو.....
- ۲۹ - مجھے دل سے بھلا نامت
- ۵۰ - اب شہر جاں بچانے کی خواہش نہیں رہی
- ۵۱ - پھر نیا خواب مری آنکھ بجائے بھی تو کیوں
- ۵۲ - ممکن ہے.....
- ۵۳ - قسم لے لو
- ۵۴ - یہ کیا کم ہے؟
- ۵۵ - جب ذات بٹ گئی تو لگا کچھ نہیں بچا
- ۵۶ - ایک شعر
- ۵۷ - قتل
- ۵۸ - یہ کیا کیا ہے؟
- ۵۹ - چلتی ہوئی ہوا کا تعاقب کیا نہ کر
- ۶۰ - درازیں سی ابھر آئی ہیں دل کا آئینہ دیکھو
- ۶۱ - پچھڑ جانا ضروری ہو گیا تھا
- ۶۲ - مجاور
- ۶۳ - اعلیٰ کچھ نکل
- ۶۴ - جھلنے دشت میں لگتا ہے مثل سائبان ہے تو
- ۶۵ - دیکھ
- ۶۶ - تا
- ۶۷ - تمہارے بغیر
- ۶۸ - وفا کیسی کہاں کا عشق.....
- ۶۹ - بوجھ
- ۷۰ - اس دشت کو جانا ہے تو گھر بھول ہی جانا
- ۷۱ - بہانے اب تراشومت
- ۷۲ - چاند کی بڑھیا چرخہ کاتے.....
- ۷۳ - پھر چہرہ ہواؤں پہ بناتے ہوئے سوچا
- ۷۴ - مشورہ
- ۷۵ - محبت ہو بھی سکتی تھی
- ۷۶ - محبت ہو گئی تو پھر.....؟
- ۷۷ - سانحہ کتنا بڑا ہے سانحے کو کیا پتہ
- ۷۸ - دان
- ۷۹ - سکھی تو ہیر جیسی ہے
- ۸۰ - جواز
- ۸۱ - قیدی
- ۸۲ - محبت ہار جاتی ہے
- ۸۳ - خواب
- ۸۴ - ہے کس کا حال میرے حال جیسا
- ۸۵ - پردیسی
- ۸۶ - معجزے اب کہاں پہ ہوتے ہیں؟
- ۸۷ - دیکھو گڑیا ٹوٹ نہ جائے
- ۸۸ - میں کیسے آئینہ دیکھوں؟
- ۸۹ - گلاب رت کے پلٹنے کا تو بہانہ ہے
- ۹۰ - اس طرح پچھڑنے کا تھا کب وہم و گماں تباہ
- ۹۱ - نشان منزل کا ان آنکھوں کو ہم بتلا بھی سکتے تھے

بھلا دیا نا.....؟

اللہ تعالیٰ اور بیخ تن پاک کے کرم سے ”بھلا دیا نا.....؟“ پیش خدمت ہے۔ کتاب کا نام میں نے اپنی نظم کے عنوان سے لیا ہے۔ جو اس سے قبل آپ میری کتاب ”کہو وہ چاند کیسا تھا؟“ میں پڑھ چکے ہیں۔ میں نے اپنی بُرائی نظم کا عنوان لے کر نئی نظم تخلیق کی ہے۔ مجھے یقین ہے بھلا دینے کا یہ پہلو بھی آپ کو پسند آئے گا۔ بھلا دینا اور یاد رکھنا گو غیر اختیاری فعل ہیں لیکن کبھی کبھی کچھ لوگ مضبوط قوت ارادی اور قوت استقلال سے کام لے کر ان افعال کو اپنے تابع کر بھی لیا کرتے ہیں اور یہی لوگ درحقیقت ”کامیاب“ کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

موجودہ کتاب میں ”انٹلیکچوئل“ وہ نظم ہے جسے پڑھ کر آپ کو تعجب ہوگا دراصل کچھ حقیقتیں اسی طرح حیران کر دیا کرتی ہیں ہم نہ تو ان کو رد کر سکتے ہیں نہ ہی ان کا انکار ممکن ہے۔ یہ نظم صرف شعری واردات کا نتیجہ نہیں بلکہ ”حقیقی واردات“ ہے۔

آخر میں ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جن کے خطوط میری حوصلہ افزائی اور راہنمائی کرتے ہیں۔ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے پڑھ کر اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیے گا۔

آپ کی دعاؤں کی طلب گار

فاخرہ بتول

۱۱۱	روایت تو رتی ڈالی	- ۹۲
۱۱۳	بارشیں روح میں اک آگ لگا جاتی ہیں	- ۹۳
۱۱۵	مشورہ	- ۹۴
۱۱۶	خیال و خواب سے آگے نکل کے دیکھ ذرا	- ۹۵
۱۱۷	پچھتاوا	- ۹۶
۱۱۸	ہمارے خواب سے بہتر خیال بنتا ہے	- ۹۷
۱۲۰	ہم کو اکثر گھاؤ دل کے خون سے دھونا پڑے	- ۹۸
۱۲۱	تم ایسا کرنا.....	- ۹۹
۱۲۲	ابھی سے.....	- ۱۰۰
۱۲۳	آئینہ	- ۱۰۱
۱۲۴	تو بھول گئی کیا.....؟	- ۱۰۲
۱۲۶	”وہ“ گیا کب سے.....	- ۱۰۳
۱۲۷	چلو ہم ایسا کرتے ہیں	- ۱۰۴
۱۲۸	پچھڑنا ضد تمہاری تھی	- ۱۰۵
۱۳۰	حیرت	- ۱۰۶
۱۳۱	اگر.....	- ۱۰۷
۱۳۲	مرا اک کام کرنا ہے	- ۱۰۸
۱۳۳	مجھے بھی کھود یا تم نے.....؟	- ۱۰۹
۱۳۴	بھلا دیا نا.....؟	- ۱۱۰
۱۳۵	جان پہچان ہو بھی سکتی تھی	- ۱۱۱
۱۳۶	کسی کا ہو کے ترے شہر سے چلا بھی گیا	- ۱۱۲
۱۳۸	ابھی بھی روک تو تلی کو مرنے سے	- ۱۱۳
۱۳۹	مگر ہم کچھ نہیں جاناں!	- ۱۱۴
۱۴۲	درست بچ کو کھلا رکھنا نہیں تھا	- ۱۱۵
۱۴۳	امام زمانہ کی نذر	- ۱۱۶

سلام

کہا، محبت کا اس جہاں میں کمال دیکھا
جواب آیا کہ تم نے زہرا کا لعل دیکھا

خلیلؑ آنکھوں کو بند کر کے لرز اٹھے تھے
حسینؑ تو نے جگر سے نیزہ نکال دیکھا

سبھی کی خواہش تھی پہلے مولاً پہ جان وارے
ترے بہتر کا ہم نے جذبہ ”مثال“ دیکھا

کہا کہ یوسف سے بڑھ کے کوئی حسین پایا
کہا، علیؑ کا تو اس سے بڑھ کر جمال دیکھا

حسینؑ فاتح ہے کربلہ کا لٹا کے سب کچھ
یزید ذلت بنا ہے رو بہ زوال دیکھا

حسینؑ کا وہ صغیر پیسا گیا جہاں سے
اسی خطا پر فرات کو پُر ملال دیکھا

علیؑ کی بیٹی! قسم خدا کی تُو یاد آئی
کسی کے لب پر جو چادروں کا سوال دیکھا



درتچے سے دیا جا کر ہٹا دو
مت اپنے ساتھ اس کو بھی سزا دو

وہ لوٹ آئے اگر تو چونک اُٹھے
نشان تک گھر کا اس جا سے مٹا دو

بہت یکسانیت لگتی ہے اس میں
کہانی میں نیا اب موڑ لا دو

بظاہر درمیاں کچھ بھی نہیں تھا
مقدّر ہو گیا حائل بتا دو

چھپا کر اب انہیں رکھنے سے حاصل

سب اُس کے خط وہ تصویریں جلا دو

محبت ابتداء سے امتحاں لے

تم اب اس امتحاں کو انتہا دو

کوئی موہوم سے اُمید لے کر

ذرا منزل کو رستے سے ملا دو

چمن کی زندگی اب ہے اسی میں

گلابوں کی جگہ پتھر اُگا دو

محبت کو تجارت نام دے کر

خدا کے قہر کو تو مت صدا دو

اڈیت دل کو دیتا ہے مسلسل

مری آنکھوں سے وہ چہرہ ہٹا دو

دواشعار

مکان دل کا گرا جب تو دھڑکنیں چپ تھیں

پھر اس کے بعد نہت دیر شور ہوتا رہا

بتول سوچا تھا اب درد سے ملے گی نجات

یہ درد کم بھی نہ ہو پایا اور ہوتا رہا

مجھے مدہوش رہنے دو

مجھے پاگل سا کر دے گا
تمہارا اپنی پوروں سے مرا بھیگا بدن چھونا
مہکتے سے گلابی پھول کا یک دم لرز اٹھنا
مہک اٹھنا..... بھڑک اٹھنا
تمہاری انگلیوں کا رقص کرنا میرے بالوں میں
تمہارے بیکراں سینے پہ سر رکھ کر
تمہاری گرم بانہوں میں مرا مٹنے کی خواہش میں
وہ جی اٹھنا.....

تمہارا ہولے ہولے اپنے ہونٹوں سے
مرے ہونٹوں پہ وہ چنچل غزل لکھنا
مٹانا اس غزل کو پھر اسی قاتل قلم سے اور پھر جاناں!

مٹانا اور مٹانا اور مٹانا اور پھر لکھنا.....
مری آنکھوں کو اپنی شوخ آنکھوں کے
حسیں حصار میں لے کر مجھے مدہوش کر دینا
مگر جاناں!

ابھی اک خواب کو تعبیر ملنی ہے
ابھی تو طاقِ دل پر اک لرزتی سی دعا ہے،
جس کو اب تاثیر ملنی ہے
ابھی تو دھڑکنوں میں چیتے منہ زور جذبے ہیں
جنہیں زنجیر ملنی ہے
ابھی تو میرے خوں میں تم جنم لوگے نیا پھر سے
نیا اک نام رکھو گے، نیا احساس چکھو گے
مرے اندر تمہاری پھر سے اک تصویر ابھرے گی
وہ پل آنے تلک جاناں!
مجھے مت ہوش میں لاؤ
مجھے مدہوش رہنے دو

نیا سورج

مری خواہش ہے ہم دونوں کے سنگم سے
 نیا سورج اُبھر کر چاروں جانب روشنی کر دے
 مہ و نجوم اس کی روشنی کے سامنے سب ماند پڑ جائیں
 یہ ہفت افلاک اس کی ساری کرنوں کو
 کمیٹیں اپنے دامن میں تو جگمگ جگمگا اٹھیں
 وہ ہم دونوں کے جیون سے مٹا دے تیرگی ساری
 ہمیں اک دوسرے کے واسطے دے ناگزیری کا وہ سند یہ
 وہ سند یہ جو اپنی خواہشوں کے شام آنگن میں سحر کر دے
 ہمارے پیار کو پل میں امر کر دے
 ہماری آنکھ سے جو بھی گرے موتی اسے چھو کر گہر کر دے
 مری خواہش ہے ہم دونوں کے سنگم سے
 نیا سورج اُبھر کر چاروں جانب روشنی کر دے



محبت میں کوئی بھی المیہ اچھا نہیں لگتا
 وفا کے باب میں بھی تجزیہ اچھا نہیں لگتا
 ہمیں اچھا تو لگتا ہے جگر کے درد کو چھونا
 مگر یہ درد جس نے بھی دیا اچھا نہیں نہیں لگتا
 تمہیں ضد ہے نبھانے کی جلاناؤ ہماری ہے
 ہمیں بھی طاق پر نبھتا دیا اچھا نہیں لگتا
 نئے رستے بنا کر ان پہ چلنا اپنی فطرت ہے
 کسی نے جب انہیں اپنا لیا اچھا نہیں لگتا

بلا سے شہر سارا مے کُومے خانوں کو پی جائے
مگر یہ زہر اُس نے بھی پیا، اچھا نہیں لگتا

ہمارے سر پہ رکھ کر ہاتھ اُس نے جو قسم کھائی
پھر اس کو توڑ کر بھی وہ جیا، اچھا نہیں لگتا



اُداسیوں کا ہنر اختیار کرتے ہیں

خوشی کا زرد رزقوں میں شمار کرتے ہیں

تم آؤ، دیکھو، سرا ہو کوئی تو بات کرو

تمہارے واسطے سولہ سنگھار کرتے ہیں

گلاب لے کے صلے میں جو کانٹے سونپیں

ہم اس طرح کا بھلا کاروبار کرتے ہیں؟

فقط وصال کو کہتے ہیں زندگی ہم لوگ

فراق کے کہاں لمحے شمار کرتے ہیں

نشانے اُن کے کبھی چوکتے نہیں دیکھے
بہت قریب سے جو لوگ وار کرتے ہیں

یہ موسموں سے شکایت سی کیوں ہوئی ہم کو
یہ ذکر کس کا بھلا بار بار کرتے ہیں

یہ چاند شب سے سحر تک ہے کس کا متلاشی
ستارے کس کا بھلا انتظار کرتے ہیں

بلند حوصلہ ہوتے ہیں وہ بلا کے بتوّل
جو اپنے ہاتھوں سے قسمت کو دار کرتے ہیں

دُعا

ننھے فرشتے!

ہاتھوں میں تم

خوش بختی کی تختی لے کر آئے ہوتے

اپنے ماتھے پر مولا سے

بخت اچھے لکھوائے ہوتے

تم کو دیکھ کے ان پلکوں پر

آنسو نہ مُسکائے ہوتے

اسی لمحے بچھڑتے ہیں

محبت صرف لفاظی نہیں یہ اس سے بڑھ کر بھی بہت کچھ ہے
 محبت ہے چنچھن دل کی
 کسی کو کب کہاں یہ اس ہوتی ہے
 مگر پھر بھی
 محبت خاص ہوتی ہے
 مسلسل امتحاں ہے یہ
 محبت کرنے والے امتحاں دیتے ہیں جیون بھر
 نتیجے کی کبھی پروا نہیں کرتے
 محبت درد ہوتی ہے مگر یہ خود بہت بیدرد ہوتی ہے
 بچھڑنا ہی اگر لگھا ہے قسمت میں
 تو اس میں دیر کا ہے کی
 چلو اس پل اسی لمحے بچھڑتے ہیں

بھید

سُنو کل شب
 مرے جیون میں پہلی بار ایسا مرحلہ آیا
 اچانک اجنبی لہجے کی بارش میں
 یہ تن من بھیگتا پایا
 ستارے چونک اٹھے چاند نے چپکے سے کانوں میں کہا
 حیران سی کیوں ہو؟
 یہ لمحہ زندگی میں جب بھی آتا ہے
 تو دھڑکن انتہا کو چھونے لگتی ہے
 محبت کے یہ سارے بھید اچھے ہیں
 یہ سارے رنگ پتے ہیں

کبھی کاغذ کی کشتی پر بنانا دل کی صورت اور اس پر خواب لکھ جانا
 کسی بھنورے کی شوخی اور کلیوں کا وہ اٹھلانا
 تمہیں بھی یاد تو ہوگا؟

اگر تم کو محبت تھی تو تم یہ ساری باتیں بھول سکتے تھے؟
 نہیں جاناں!

محبت تم نے دیکھی ہے، محبت تم نے پائی ہے
 محبت کی نہیں تم نے.....

محبت کی نہیں تم نے.....

اگر تم کو محبت تھی

تو تم نے راستوں سے جا کے پوچھا کیوں نہیں منزل کے بارے میں؟

ہواؤں پر کوئی پیغام تم نے لکھ دیا ہوتا

دزختوں پر لکھا وہ نام تم نے کیوں نہیں ڈھونڈا؟

وہ ٹھنڈی اوس میں بھیگا، مہکتا سا گلاب اور میں

مرے دھانی سے آنچل کو تمہارا بڑھ کے چھو لینا

جُرانا رنگ تتلی کے، کبھی جگنو کی لو پانا

انا محبوب کے پیروں تلے رکھ کر لگے معراج پالی ہے
 لگے جاں آئینہ خانے میں تنہا ڈولتی چاروں طرف بے کل سی پھرتی ہے
 سبھی آئینوں میں محبوب کا پیکر دکھائی دے
 بچھڑ کے اُس سے کچھ بھی نہ سُجھائی دے
 ہتھیلی پر لیے آنکھیں قدم جب بھی اٹھیں تو اُس کی جانب ہی سدا اٹھیں
 اُسے رب کی جگہ مت دو مگر.....

رب سے اسے کم تر بھی مت جانو
 یہ تن مٹی میں مٹی کر کے بھی اُس کو منانا جو پڑے تم کو
 منالینا..... گلے اُس کو لگا لینا
 ذرا ابتلاؤ گے جاناں!

کہ تم ان انتہاؤں کے سفر میں کس جگہ پر ہو؟
 مگر چھوڑو.....

جو تم کہتے ہو تو میں مان لیتی ہوں
 محبت تم نے کی ہوگی

محبت تم نے کی ہوگی.....

جو تم کہتے ہو تو میں مان لیتی ہوں
 محبت تم نے کی ہوگی
 مگر جاناں!

محبت سلسلہ در سلسلہ اپنے تقاضوں میں مقید ہے
 تمہیں بھی تو پتہ ہوگا؟

اگر محبوب کے ماتھے پہ آئے اک شکن تک بھی
 دراڑیں اُن گنت سی چاہنے والے کے دل پر بھی ابھر آئیں
 لبوں کی مسکراہٹ توڑ دے دم،
 دھڑکنیں بے دم سی ہو جائیں



جُدائیوں کا مکمل حساب لکھ ڈالو
پھر اس کے بعد تم ان پر کتاب لکھ ڈالو

مُستبوتوں میں دیا کس طرح بنا سورج
یہ جاننا ہے تو پتھر پہ خواب لکھ ڈالو

اُداسیوں کا اگر شہر ہی بسانا ہے
اُجاڑ لمحوں سے کچھ انتخاب لکھ ڈالو

کسی کی آنکھوں کے نُجھتے دیئے جلانے کو
کسی کی پلکوں سے لیٹے عذاب لکھ ڈالو

سُنا ہے تم سے قلم کا پُرانا ناتہ ہے
حقیقتوں میں ہے مدغم سراب لکھ ڈالو



روایتوں کی میں مخصوص حد نہ دیکھ سکی
وہ بے خبر تھی کہ اپنا ہی قد نہ دیکھ سکی

بہت قریب سے دیکھا تھا تیرے چہرے کو
اسی لیے میں ترے خال و خد نہ دیکھ سکی

وہ بولتا رہا اور میں نے اُن سُنی کر دی
تھی اس کے لہجے میں کیا شد و مد نہ دیکھ سکی

میں شب سے صبح تلک ڈھونڈتی رہی تعبیر
کیے ہیں کس نے مرے خوابِ رد نہ دیکھ سکی

میں داد دیتی رہی تیرِ نیم کش کو بتول
مرا تو اپنا ہے دل اس کی زد نہ دیکھ سکی

مری چاہت سے دامن ہی چھڑا بیٹھے
کہیں مجھ کو بھلا بیٹھے

تو کیا ہوگا.....؟

اگر ایسا ہوا تو ایک پل بھی جی نہ پاؤں گی
تمہارے خواب پلکوں سے گرے تو ٹوٹ جاؤں گی
تمہیں گرافون اٹھانے میں

ذراتا خیر ہو جائے

تو میں سچ مچ بہت ناراض ہوتی ہوں
مگر اس بات سے ثابت ہوا جاناں!
مجھے تم سے محبت ہے محبت ہے محبت ہے

مگر تم ٹھیک کہتے ہو

جو تم کو فون اٹھانے میں ذراتا خیر ہو جائے
تو سچ مچ میں بہت ناراض ہوتی ہوں
میں شاید ڈرسی جاتی ہوں

ہزاروں وہم دل میں گھر بناتے ہیں
کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے
مرا یہ سوچ کر ہی دل لرزتا ہے
کہیں تم غیر کی باتوں میں گم ہو کر



ہم خواب سمندر سے نکلتے بھی تو کیسے
چھو کر کسی تعبیر کو چلتے بھی تو کیسے

پچھتاوار ہا ساتھ سدا جب سے گھلی آنکھ
تھے ہاتھ کہاں ہاتھوں کو ملتے بھی تو کیسے

تھیں اپنے تعاقب میں سدا آندھیاں ہر دم
بے نور سنا ہم دیپ تھے جلتے بھی تو کیسے

کاتب نے لکھا، لکھ کے قلم توڑ دیا تھا
ہم لیکھ بھلا اپنے بدلتے بھی تو کیسے

تمہاری آنکھیں

ان میں ڈوبے تو کئی صدیاں ابھرنانہ ہوا
اور پھر ڈوبنے والے کو ابھرنے کی تھی خواہش بھی کہاں
دل نے دانستہ کنارے سے کنارہ کر کے
پھر سے گرداب کی بانہوں کا سہارہ چاہا
اور اب.....

دل ہے اس سوچ میں ڈوبا ہوا کب سے جاناں!
گہرا سا گرہ ہے کہ گہری ہیں تمہاری آنکھیں.....

یہ جذبے کو کبھی ندی کی صورت میں
کبھی دریا کی طغیانی سے ہوتے ہیں
مگر یہ اس قدر رازاں نہیں ہوتے

یہ ”ہے“ ہوتے ہیں جس لمحے فقط اثبات ہوتے ہیں
اگر یہ ”تھا“ کا معنی بن گئے تو پھر کبھی بھی حال کا صیغہ نہیں بنتے
مگر تم کیسے سمجھو گے مگر تم کیسے جانو گے؟
یہ سب جذبوں کی باتیں ہیں
عجب جذبوں کی باتیں ہیں

”تھی“ سے ”ہے“ تک

کہا میں نے
مجھے تم سے محبت ہے
مگر تم نے سہولت سے کہا ہنس کر
ذرا تم ”ہے“ بدل ڈالو
لکھو کہ ”تھی“
صحیح مصرع لکھو جاناں!

تمہیں مجھ سے محبت تھی، تمہیں مجھ سے محبت تھی
سُوءِ جذبے کو کبھی بھی اس قدر مہمل نہیں ہوتے



مرے سورج

مرے سورج!
 مرے دل میں اتر کر
 تُو نے کتنی روشنی کر دی
 مرے مولا سے میری التجا ہے یہ
 مرے ہتھ کی سباری دھڑکنیں
 تجھ کو عطا کر دے
 مری خوشیوں کو چُن چُن کر
 ترے لیکھوں میں لکھ ڈالے
 ترے ہتھ کے سارے دُکھ
 مجھے دے دے مجھے دے دے

مُحبت پا کے دل کھونا پڑے گا، کب یہ سوچا تھا
 ہمیں پتھر نما ہونا پڑے گا کب یہ سوچا تھا
 کبھی کی کُجھ گئیں آنکھوں میں روشن ساری تحریریں
 ہمیں فُامت زدہ ہونے پڑے گا کب یہ سوچا تھا
 لپٹ کر وصل سے پیاسی ہیں اب تک ہجر کی جونکیں
 لہو پتھر میں اب بونا پڑے گا کب یہ سوچا تھا
 دراڑیں روح کی ساری چٹختی جا رہی ہیں اب
 ہمیں بھی خاک میں سونا پڑے گا کب یہ سوچا تھا
 بتو! اس دل کو میلا کر دیا اُس شخص نے چھو کر
 اب اس کو خون سے دھونا پڑے گا کب یہ سوچا تھا



آسماں بحر کی پُتلی سے عیاں ہوتا ہے
 شہر در شہر پس چشمِ نہاں ہوتا ہے
 آنکھ کھل جانے پہ شرما کے نہ دیکھو خود کو
 وصل ان خواب جزیروں میں کہاں ہوتا ہے
 اب تو خوشبو کے ہیولوں میں بھی وہ چہرہ نہیں
 ان دنوں جانے کہاں اپنا دھیاں ہوتا ہے
 جی میں آتا ہے کہ لب سی لیں ہمیشہ کے لیے
 سانس لیتے ہیں تو ہر سمت دھواں ہوتا ہے
 بعد میں اذنِ تکلم اسے ملتا ہے بتوّل
 عشق آغاز میں آنکھوں سے بیاں ہوتا ہے

خواب لکھ جاؤ.....

جو تم سے بن پڑے جاناں!
 تو میرے سرد ہاتھوں کو ذرا چھو کر
 حرارتِ پیار کی بھر دو
 مری آنکھوں کے پیالوں میں
 عبارتِ پیار کی بھر دو
 مرے ہونٹوں کے گوشوں میں
 شرارتِ پیار کی بھر دو
 کتابِ دل پہ آ کر وصل کا اک باب لکھ جاؤ
 مری آنکھوں میں اپنے خواب لکھ جاؤ

مرے حالات نے اپنے قلم سے زندگی کے سارے ورقوں
 پر لکھا ہے روشنائی سے
 جدائی اک حقیقت ہے
 محبت خواب ہے اور خواب کو بس خواب رہنا ہے
 مجھے معلوم ہے جاناں!
 کسی لمحے کسی بھی پل
 اچانک ہی مجھے تم چھوڑ سکتے ہو

مجھے تم چھوڑ سکتے ہو.....

مگر جاناں! یہی سچ ہے
 کسی لمحے کسی بھی پل
 مرے نزدیک تم آ کر
 کہو گے بے نیازی سے
 زیادہ دیر ہم دونوں نہیں اب ساتھ چل سکتے
 بدل لوراستہ اپنا
 مجھے بھی تم نئی منزل کا راستہ دو

اگر.....

بچھڑنا ہی اگر لکھا ہے قسمت میں

تو اس میں دیر کا ہے کی

چلو اس پل اسی لمحے بچھڑتے ہیں

ابھی تم آنکھ جھپکو گے

ابھی میں ہاتھ اپنے دل پہ رکھوں گی

ابھی تم مجھ سے کہہ دو گے

جدا ہیں راستے اپنے

جدا ہیں منزلیں اپنی

مگر تم حوصلہ رکھنا

بچھڑنا ہی اگر لکھا ہے قسمت میں

تو اس میں دیر کا ہے کی

چلو اس پل اسی لمحے بچھڑتے ہیں

جو بن پڑے تو.....

جو بن پڑے تو

ہماری پلکوں پہ گھر بنانا

ہمارے آنچل پہ آ کے لکھنا کوئی کہانی

اور اس کہانی کے سارے لفظوں میں خواب رکھنا

تمام خوابوں میں چاہتوں کے عذاب رکھنا

کسی کے ہونٹوں پہ جو لکھے ہیں

سنجھال کرو سوال رکھنا

اور ان سوالوں کے اپنی آنکھوں کی پتلیوں پر جواب رکھنا

گھلا محبت کا باب رکھنا



اُس در پہ سر جھکا بھی لیا کچھ نہیں ہوا
دل کا نگر بسا بھی لیا کچھ نہیں ہوا
ناممکنات چھونے کی عادت گئی نہیں
لہروں پہ گھر بنا بھی لیا کچھ نہیں ہوا

منزل سے فاصلوں نے کنارہ بھی کر لیا
صحرا سے راستہ بھی لیا کچھ نہیں ہوا
اس تیرگی نے بڑھنا تھا بڑھتی چلی گئی
جلتا ہوا دیا بھی لیا کچھ نہیں ہوا

گرداب کو کنارے سے کر دے جو ہمکنار
ہم نے وہ ناخدا بھی لیا کچھ نہیں ہوا

قسم لے لو.....

ترے بن وہ سبھی لمحے
قیامت بن کے ٹوٹے ہیں مرے دل پر
قسم کھا کر میں کہتی ہوں
تری باتیں مجھے گھر کی ہر اک جانب سے آ کر ستاتی
تھیں

ترے ہنسنے کی آوازیں مجھے ہر سمت آتی تھیں
مری نظروں نے اک پل آئینہ دیکھا تو سرتاپا لرز اٹھیں
تری آنکھیں یہاں آئینے کے چہرے پہ رکھی تھیں

تری سب شوخیاں، گھر کی ہر اک دیوار، دروازے، مرے
تیکے پہ لکھی تھیں

تو لوٹ آیا میں جی اٹھی، میں جی اٹھی

تری سانسیں مرے سینے پہ اب ہر روز بجتی ہیں
مجھے یوں زندگی دے کر

کہیں پھر چھوڑ مت جانا.....

کہ اب کی بار مٹی میں کہیں مل جاؤں گی تھک کر

اچانک خواب بن کر میں کہیں ڈھل جاؤں گی تھک کر

کہا اُس نے

تمہیں دیکھا، تمہیں سوچا، تمہیں چاہا

تمہیں پانے کی حسرت ہے

تمہیں دیکھا تو دل ضدی سے بچنے کی طرح مچلا

میں اس مورت کو پاؤں گا، اسے اپنا بناؤں گا

میں اس پیکر کو چھو کر اپنی پوروں سے

سرا پاؤں کر دوں گا

میں اپنی انگلیوں سے اس حسیں پیکر پہ لکھوں گا

کئی غزلیں، کئی نظمیں

مرے ہر شعر، ہر لفظ، ہر حرف میں ہوں گے

وفا کے ان گنت سے دیپ روشن

اور ان کی تھر تھراتی لومیں ہوں گی چاہتیں میری

مگر جاناں! مری ان دھڑکنوں، سانسوں پہ پہرے ہیں رواجوں کے
مرے اپنوں نے میرے پیروں اور ہاتھوں کو صدیوں سے
مقتید کر کے رکھا ہے

ذرا سوچو، میں ان حالات میں

بانہوں میں تم کو لوں، اگر تو کس طرح سے لوں؟

مگر میں عزم رکھتا ہوں، تمہیں اپنا بنا کر ہی میں دم لوں گا
کہا میں نے

سُنو! اپنا بنا لینا نہیں مشکل مگر جاناں!

بہت مشکل ہے اس رشتے کی مالا کے ہر اک موتی کو پلکوں میں پند دینا

بہت مشکل ہے سانسوں میں ہمیشہ کے لیے خوشبو بسا لینا

ہتھیلی کی لکیروں میں محبت لکھ تو لو لیکن

کبھی اس کو مٹانا مت

مجھے دل سے بھلا نامت



اب شہر جاں بچانے کی خواہش نہیں رہی

پھر سے انا گنوانے کی خواہش نہیں رہی

کتنے عجیب موڑ پہ پچھڑے ہیں اب کے ہم

اب تو کسی بہانے کی خواہش نہیں رہی

مٹھی سے اس طرح سے مقدہ پھسل گیا

جھک کر اسے اٹھانے کی خواہش نہیں رہی

سورج کو بادلوں نے پناہوں میں جب لیا

پھر ان کو گھر لٹانے کی خواہش نہیں رہی

اب تم پلٹ کے آنے کی خواہش کو مار دو
 اب تم کو آزمانے کی خواہش نہیں رہی
 اب کے خدا سے بھی نہیں مانگا اُسے بتو آ
 اب سر کہیں جھکانے کی خواہش نہیں رہی



پھر نیا خواب مری آنکھ سجائے بھی تو کیوں
 پھر ہواؤں میں کوئی شہر بسائے بھی تو کیوں
 لوٹ آنے میں زمانے بھی تو لگ سکتے ہیں
 جانے والے سے کوئی آس لگائے بھی تو کیوں
 در در پچوں پہ کہاں تک کوئی رکھے آنکھیں
 جس نے آنا ہی نہیں اُس کو بلائے بھی تو کیوں
 سو گیا مٹی میں تھک ہار کے وہ آخر کار
 جھولیاں بھولوں سے بھر کر کوئی لائے بھی تو کیوں

جس کی آنکھوں میں نہ پہچان کی ہو کوئی رمت
حال پوچھے بھی وہ کیوں حال سُنائے بھی تو کیوں

نیم کے بیج سے اُگتا ہے سدا نیم کا پیڑ
اس کا انکار جو کرتا ہے بتائے بھی تو کیوں؟

وہ خُداوند ہے اُس کو ہیں کئی کام بتول
روز گئے جو نصیبہ تو بنائے بھی تو کیوں

ممکن ہے.....

ممکن ہے تم چاہت کے ہر حرف کے اندر

لاکھوں معنی اخذ کرو اور خود اس کا انکار بھی کر دو

ممکن ہے اس لفظ کی طاقت تم کو بے بس کر دے جاناں!

اور تم دل کے تنہا اندھے غار میں خود کو پا کر یک دم

چاہت کا اقرار بھی کر دو

لیکن کون ضمانت دے گا

تم نے کب اثبات سے پہلے ناں لکھی تھی

تم نے کب انکار سے پہلے ہاں لکھی تھی

یہ کیا کم ہے؟

یہ کیا کم ہے؟

کہ تم نیندوں کے ہنڈولوں میں جا کر یہ بھلا ڈالو
بہت لمبی مسافت طے کوئی کر کے
تمہارے در پہ آیا ہے ۔

وہ اتنا تھک گیا ہے کہ قدم اٹھتا نہیں اُس کا
لبوں پر پڑیاں لکھی ہیں اُس کے جاگ کر دیکھو
جبھی تو بات تک کرنے کی طاقت بھی نہیں اُس کو
یہ کیا کم ہے؟

کہ تم اس شخص سے انجان ہو جاناں!

قسم لے لو

قسم لے لو

تمہارے بعد بھی اب تک

تمہارے تیر برساتے ہوئے لہجے کی زد میں ہوں

بس اک نظر کی بات تھی، اُٹھی تو جی اُٹھے
اور جب پلٹ گئی تو لگا کچھ نہیں بچا

آکاس بیل، ہجر کی، دل کے شجر کے ساتھ
آکر لپٹ گئی تو لگا کچھ نہیں بچا

کرتے بتول کیا کہ خلاف اپنے جس گھڑی
تقدیر ڈٹ گئی تو لگا کچھ نہیں بچا



جب ذات بٹ گئی تو لگا کچھ نہیں بچا

اور دُھند چھٹ گئی تو لگا کچھ نہیں بچا

ہم صبح کی تلاش میں بیٹھے تھے رات سے

جب رات کٹ گئی تو لگا کچھ نہیں بچا

دل میں اسی کے دم سے تو رونق بحال تھی

یہ آس ہٹ گئی تو لگا کچھ نہیں بچا

سورج کے ساتھ پھیلتی جاتی تھی روشنی

اور یہ سمٹ گئی تو لگا کچھ نہیں بچا

قتل

مرے خوابوں کو تم نے اس طرح سے قتل کرنا تھا
 تو تم آغاز میں مجھ کو بتا دیتے
 سنبھل جانے کا مجھ کو تم ذرا سا حوصلہ دیتے
 مجھے آغاز میں ہی تم بتا دیتے

ایک شعر

جب قفس ٹوٹا تو چند سانس ہی باقی تھے بتوّل
 آج صیّاد سے پنچھی کو شکایت نہ رہی

جنم جنم کی مسافتوں کی تھکن نے پیروں کو آبلہ سا بنا دیا تھا
 ہمارے ہاتھوں کی انگلیوں کی
 تمام پوروں پہ چھید لکھے ہوئے تھے جاناں!
 بصارتوں پہ تھی دھند چھائی
 سماعتیں بھی ابولہو تھیں

ہمارے ہونٹوں پہ پڑیاں سی جمی ہوئی تھیں
 کبھی کے مرنے کی آرزو میں مرے ہوئے تھے
 ہمارے مرنے کا حکم دے کر تو تم نے جاناں!
 ہمیں تو زندہ ہی کر دیا ہے
 یہ کیا کیا ہے.....؟

یہ کیا کیا ہے؟

تمام اشجار ان برہنہ سی ٹہنیوں کو
 لگائے سینے سے تھک گئے تھے
 ہوائیں نوحہ کنناں تھیں کب سے
 زمیں پہ ہر جا تھا خشک پتوں کا شور برپا
 یوں لگ رہا تھا تمام پتے سسک رہے ہیں
 کبھی کبھی تو کسی پرندے کی چیخ سن کر
 دہل سا جاتا تھا آسماں بھی
 بدن کی دیوار تھی شکستہ، تھی روح چھلنی



دراڑیں سی اُبھر آئی ہیں دل کا آئینہ دیکھو
خراشیں جو لکھی ہیں روح پران کو ذرا دیکھو

لگے گا حشر برپا ہو گیا سارے زمانے میں
ہمارے دل سے اپنے دل کو تم کر کے جدا دیکھو

ہماری آنکھ کا صحرا بھی دیکھو گے مگر پہلے
تم آندھی کی ہتھیلی پر کوئی جلتا دیا دیکھو

قبول ہونا نہیں ہونا، خدا پر چھوڑ دیتے ہیں
لبوں کو آنکھ سے چھو کر، لکھی اس پر دُعا دیکھو

چلتی ہوئی ہوا کا تعاقب کیا نہ کر
دم توڑتی صدا کا تعاقب کیا نہ کر

مٹی میں میرے ساتھ ہی مدفون ہو گئی
دھانی سی اُس ردا کا تعاقب کیا نہ کر

یہ کیا کہ پھول کا سناٹا ہی تم کو سُنائی دے
اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو خوشبو کی صدا دیکھو

مخالف ہے ازل سے وصل کی اس کا بھروسہ کیا
وچھوڑا ساتھ لاتی ہے ہمیشہ سے انا دیکھو

بتول اُس نے تمہیں کیا کہہ دیا شرمائے جاتی ہو
کبھی تم آئینہ رکھو، کبھی تم آئینہ دیکھو

بچھڑ جانا ضروری ہو گیا تھا

بچھڑ جانے کی بس اتنی کہانی ہے

مرے حالات ایسے تھے

قدم میں نے اٹھایا ہی تھا چلنے کو اسی لمحے

پتہ منزل کا مٹھی سے گرا اور کھو گیا تھا

نصیبہ آنکھ کھلتے ہی اسی پل سو گیا تھا

بچھڑ جانا ضروری ہو گیا تھا

مجاور

تم سے وابستہ تمام تلخ و شیریں یادوں کو میں نے

دل کی دھرتی میں

اک قبر کھود کر دفنا دیا

لیکن.....

خود کو اسی قبر کے سرہانے مجاور بن کر،

مجاور بن کر زندہ رہنے کی سزا سنا دی

انٹلیکچوئل

وہ آیا اور اُس نے آتے ہی میرے قدموں پر اپنی آنکھوں کو رکھ دیا

یہ کیا.....؟

میں نے استفسار کیا

میں بڑی دُور سے چل کر آیا ہوں

دیکھو، تھکن میرے چہرے پر رقم ہے

گرد میرے پیروں سے لپٹ گئی ہے

یہ تو سب ٹھیک ہے مگر میں کیا کروں.....؟

میں نے زچ ہو کر سوال کیا

تم..... تم مجھے اپنا لو..... اپنا بنا لو

میں تم سے پیار کی بھیک مانگنے آیا ہوں

دیکھو، سائل کو دھتکارنا مت، ورنہ..... ورنہ میں اپنی جان دے دوں گا

میں بولی

لیکن، میں نے اپنے دل کی دھرتی پر،

اپنے دل کی دھرتی پر صدیوں سے،

صدیوں سے کس اور کا انتظار بویا ہوا ہے

نہیں، نہیں ایسا مت کہو وہ سسک اٹھا

دیکھو، اُس کو کئی ”فاخرائیں“ مل جائیں گی

لیکن میں برباد ہو جاؤں گا

مجھے بچالو، مجھے برباد ہونے سے بچالو

میں نے اُس سے جان چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کی

لیکن اُس نے اور اُس کے خاندان نے مجھ پر میرے اطراف سے

دباؤ ڈالنا شروع کر دیا، مان جاؤ، مان جاؤ، مان جاؤ

دن رات یہ صدائیں میرے کانوں سے ٹکرانے لگیں

اور بالآخر میں مان گئی

یہ تو بعد میں گھلا، اُسے میری نہیں میری سات کتابوں کی رائیلیٹی

سے عشق تھا، میری تنخواہ سے دلچسپی تھی، جہیز پر نظریں تھیں

میں نے پھر بھی اس تعلق کو نبھانے کی ہر ممکن کوشش کی

میں جاب کر کے گھر کا چولہا جلانے کی سعی کرتی رہی.....

وہ گھر میں ٹی وی کے آگے بیٹھ کر حالاتِ حاضرہ پر تبصرے کرتا رہا

اُس نے کام کرنے سے صاف انکار کر دیا

کیونکہ..... کیونکہ بقول اُس کے وہ اٹلیکچوکل تھا

اور اٹلیکچوکل کام نہیں کرتے، کام لیتے ہیں

بالآخر میں نے تنگ آ کر اُس ”اٹلیکچوکل“ سے دامن چھڑا لیا



جھلستے دشت میں لگتا ہے مثلِ سائبان ہے تُو
جو دل کے آئینے میں ہے وہی عکسِ نہاں ہے تُو

بھنور میں ڈوبنے کے بعد یہ مجھ کو سمجھ آیا
تُو ہی قطرہ تُو ہی ہے موج، بحرِ بیکراں ہے تُو

مجھے کم مائیگی کا اس لیے بھی غم نہیں کوئی
میں اُس دھرتی کی صورت ہوں کہ جس کا آسمان ہے تُو

ہواؤں پر اسے لکھنے میں رسوائی ہے دونوں کی
محبت راز رہنے دے کہ میرا رازداں ہے تُو

مٹا دے مسجد و مندر کے جھگڑے فیصلہ کر دے
کہاں پر تُو نہیں تھا اور بتا مجھ کو کہاں ہے تُو

دیکھ

پھولوں کے اس شباب کو ڈھلتا ہوا بھی دیکھ
خوشبو کو اپنی جاں سے گزرتا ہوا بھی دیکھ

قوسِ قزح میں گھل گیا برسات کا مزا
رنگوں کو روشنی میں اُترتا ہوا بھی دیکھ

انا

انا کے ساتھ کچھ لمحے بتانا ٹھیک ہے لیکن
انا کے ساتھ سب لمحے بتانا سخت مشکل ہے
کماں میں اس کی تیروں کا ذخیرہ کم نہیں ہوتا

خطا اس کا نشانہ ہو

یہ ممکن ہی نہیں جاناں!

انا کے ہاتھ سے ٹوٹے ہوئے تارے

کبھی جڑتے نہیں دیکھے

سمندر کے کنارے جس طرح ملتے نہیں دیکھے

انا کے ساتھ کچھ لمحے بتانا ٹھیک ہے لیکن

انا کے ساتھ سب لمحے بتانا سخت مشکل ہے

تمہارے بغیر.....

تمہارے بغیر

دل کی وہی کیفیت ہے

جو خشک سالی کے دنوں میں

کچی مٹی کی ہوتی ہے

یا جیسے سیلاب گزر جانے کے بعد

دھرتی کے چہرے پر اُن گنت مٹی مٹی سی تصویریں رہ جاتی ہیں

وفا کیسی کہاں کا عشق.....

مرے اطراف اب تو پھلتے کالے سے سائے ہیں

مرا ماضی تو مٹی میں کبھی کا کھو گیا اور حال.....

مٹی ہو رہا ہے اور فردا ٹوٹتے تارے کی صورت ہے

میرے ماتھے پہ قدرت نے سیاہی تھوپ دی ہے اور

اب اس کو مٹانا کس کے بس میں ہے؟

مرے دل کو فقط اب موت کی خواہش ستاتی ہے

مجھے رنگوں، گلابوں، خوشبوؤں کے خواب دکھانا نہیں ممکن

کوئی بھی شے مجھے بھاتی نہیں جاناں!

محبت، وصل، شہرت، حُسن، قسمت کے صحیفوں تک

یہ سب ملتا ہے ہم کو آ زمانے کو

وفا کیسی کہاں کا عشق، جانے دو

بوجھ

برسوں پہلے میں نے اُس سے کہا تھا

اپنی آنکھیں،

اپنی آنکھیں میرے ہونٹوں پہ رکھ دو

اُس نے اپنی آنکھیں میرے ہونٹوں پہ رکھ دیں

وہ حال سے نکل کر ماضی میں داخل ہو گیا

میں حال سے فردا اور فردا سے ماضی بنتی رہی

لیکن، لیکن آج بھی اُس کی آنکھیں میرے ہونٹوں پہ رکھی ہیں

اب معجزے ہوتے ہی نہیں اپنے جہاں میں
چاہت کا فسوں اس کا اثر بھول ہی جانا

تم لاکھ کرو جتن کٹے گا یہ بہر طور
اُس شہر کو جانا ہے تو سر بھول ہی جانا

کل شب کو اُتر آیا تھا اس دھرتی پہ چندا
اک خواب تھا بس خواب نگر بھول ہی جانا



اُس دشت کو جانا ہے تو گھر بھول ہی جانا
آنگن کا وہ تنہا سا شجر بھول ہی جانا
رکھو گے اُسے یاد تو پھر جی نہ سکو گے
گو کام یہ مشکل ہے مگر بھول ہی جانا

دن کا ٹیٹے گے کس طرح سے کیونکر یہ کٹے رات
جنگل میں ٹھکانہ ہے تو ڈر بھول ہی جانا

اک بار کا یہ کام نہیں کام ہے دشوار
بہتر ہے اُسے بارِ دگر بھول ہی جانا

بہانے اب تراشومت

مقدّر پر کوئی الزام دھرنے سے
کئی بہتر تھا اپنے آپ کو بھی تم،
کٹہرے میں کھڑا کرتے

تو پھر انصاف کا ہر اک تقاضا پورا کرنے میں
ذرا بھی دیر نہ لگتی
تمہیں معلوم ہو جاتا

جو اپنے ہاتھ سے بویا تھا تم نے وہ ہی کاٹا ہے
جُدائی میں تھا کس کا دوش؟
کیا کردار تھا کس کا؟

سبھی کو علم ہے اس کا

بہانے اب تراشومت.....

چاند کی بڑھیا چرخہ کا تے.....

روپ سلونا، باورا جو بن، نٹ کھٹ اُس کی چال
نین کٹیلے، ہونٹ ریلے، سونے جیسے بال
چھم سے من میں آن اُترتی
آن اُترتی بے خود کرتی

اُس کی شوخ ادا

اُس کو چھو کر ایسا لگے مٹھی نیچ ہوا

سیدھی مانگ میں چٹکی بھر سیندور لگائے آگ

ما تھے کی بندیا سے ہے لپٹا سات سروں کا راگ

گال پہ کالے تل کا پہرہ

ناک میں لونگ سنہرا

تیلی لمبی گردن پر یہ حُسن کا سا گر ٹھہرا

سپنوں کی وہ رانی اک دن پنگھٹ پر جب آئی

من کی سچی دولت کو لیکھوں نے آگ لگائی

ٹوٹ گیا مٹی کا گھڑا اور پتھر بن گئی آپ

اُس ناری کے ہاتھ لگے بس بے تعبیرے خواب

من کی چکی کی گُو گُو میں وہ اب ہر پل روئے

چاند کی بڑھیا چرخہ کاتے سارا عالم سوئے



پھر چہرہ ہواؤں پہ بناتے ہوئے سوچا

آنکھوں میں کوئی خواب جگاتے ہوئے سوچا

دیکھو یہ بغاوت کی طرف پہلا قدم ہے

آندھی میں نیا دیپ جلاتے ہوئے سوچا

کس شوق سے لکھا ہے کسی نے اسے آ کر

صحرا! کوئی تحریر مٹاتے ہوئے سوچا؟

ٹکرا نا عبث سر کو پلٹ آنا ہے قسمت

ساحل کی طرف موج نے جاتے ہوئے سوچا

بن جائے تو ہم خوشیاں ذرا مانگ کے دیکھیں
پتھر کا خدا آج بناتے ہوئے سوچا

اب کس نے گرانے کے لیے آنا ہے اس کو
دیوار کوئی دل میں اٹھاتے ہوئے سوچا

ایسا نہ ہو قاتل کوئی گھر اس میں بنالے
دروازہ سا اک دل میں بناتے ہوئے سوچا

یہ کھیل نہیں خوب، سنبھل جاؤ ابھی سے
خوشبو کو ہواؤں سے چھپاتے ہوئے سوچا

مشورہ

محبت تم نے دانستہ گنوائی تھی
تو بہتر ہے کہ اب اُس کو بھلا ڈالو
کہ اب پچھتانے سے بھی کچھ نہیں ہوگا
یہ تم کو بار بار ہا ہم نے کہا بھی تھا
سُنو جاناں!

گلابوں سے یہ لمحے ہیں
انہیں کھونے سے پہلے ہی سنبھل جاؤ

خزاں سے دوستی کرنا نہیں اچھا
مگر تم کو تو ضد سی تھی مٹانے کی، جلانے کی، گنوانے کی
جو تم نے آگ بھڑکائی تھی ہاتھوں سے
تمہارے اپنے دامن تک بھی آ پہنچی تو روتے ہو؟
سُنو، کچھتانی سے بھی کچھ نہیں ہوگا
محبت تم نے دانستہ گنوائی تھی
تو بہتر ہے کہ اب اُس کو بھلا ڈالو

محبت ہو بھی سکتی تھی

جو کچھ دن ساتھ رہ لیتے
جو کچھ دن بات ہو جاتی
منانے، روٹھ جانے کا اگر یہ سلسلہ رہتا
تو پھر جاناں!
محبت ہو بھی سکتی تھی



محبت ہوگئی تو پھر.....؟

مجھے تم سے نہیں ملنا
اگر ملتے ملاتے ہی
یونہی ہنستے ہنساتے ہیں
یونہی منتے مناتے ہیں
محبت ہوگئی تو پھر.....؟

سانحہ کتنا بڑا ہے سانحے کو کیا پتہ
کون زد میں آ گیا ہے حادثے کو کیا پتہ
چلنے والا عمر بھر چلتا رہے اس پر مگر
کس کی منزل کس طرف ہے راستے کو کیا پتہ
دو دلوں کے درمیاں زنجیر کی صورت رہا
کس نے توڑا کیسے ٹوٹا رابطے کو کیا پتہ
یہ تماشا دیکھتا ہے ہاتھ تھامے گا نہیں
کون تھک کر گر پڑا ہے فاصلے کو کیا پتہ

چاند کی صورت میں کم ہوتا ہے بڑھتا ہے مگر
 کیوں اچانک ٹوٹتا ہے سلسلے کو کیا پتہ
 سرگراں پھرتا ہے چندا کس کی ہے اس کو تلاش
 رات بھر کیوں جاگتا ہے رتجگے کو کیا پتہ
 زندگانی کی کہانی رات بھر کی ہے بتول
 جل کے بجھنا ہے مقدّر یہ دیئے کو کیا پتہ

دان

سر راہ چلتے ہوئے زندگی سے ملاقات ہوئی
 میں نے خوشی کا دان مانگا
 اُس نے میری گھلی ہتھیلی پر دو چمکتے ہوئے اشک رکھ دیے

سکھی تُو ہیر جیسی ہے

کہانی پھر چلی آئی مجھے ملنے
سکھی! کیسی گزرتی ہے؟

مرے ہونٹوں پہ تالے دیکھ کر وہ چونک سی اُٹھی
وہ کچھ پل سوچ کر بولی
سکھی تُو ہیر جیسی ہے

سکھی! تُو زہر کا پی کر پیالہ جی رہی ہے کیوں؟
ترا ’راںجھا‘ تو کیدو سے بھی کچھ بڑھ کر ہی تھا شاید
سکھی، بہتر تھا ’کھیڑوں‘ کے ہی تُو گھر کو بسالیتی
انہیں اپنا بنا لیتی، انہیں ہی آزما لیتی

سکھی تو ٹوٹتی جُوتی ہوئی زنجیر جیسی ہے

مٹی تحریر جیسی ہے

لٹی جاگیر جیسی ہے

سکھی تُو ہیر جیسی ہے

جواز

وہ کہتا تھا میں تمہیں پیارا اور بیو پار کے معافی سکھلا دوں گا
اُس نے ساتھ ساتھ رہنے کا ایگریمنٹ چھ ماہ تک نبھایا
اس دوران اُس نے مجھے ’بیو پار‘ کے معافی سکھلا دیے
لیکن جاتے ہوئے وہ یہ بات بھول گیا
کہ ابھی ’پیاز‘ کے معافی تو میں نے سیکھے ہیں!!

محبت ہار جاتی ہے

ہوؤں جب دل میں اپنا گھر بناتی ہے
 ہوؤں جب فکر کی مٹی میں اپنا سر اٹھاتی ہے
 ہوؤں کو زندگی محور کسی بھی پل بناتی ہے
 ہوؤں چاروں طرف اک آگ سی جس پل لگاتی ہے
 ہوؤں جب جیت کو سر پر سجاتی ہے
 اسی لمحے محبت ہار جاتی ہے

”قیدی“

محبت کو ملے منزل بھلا کیسے؟
 حقیقت صرف اتنی ہے
 ازل سے ہی،
 محبت راستوں کی قید میں گم ہے



خواب

ابھی آنکھوں میں باقی ہے
ذرا سی روشنی جاناں!
چلو بازار سے کچھ خواب لے آئیں

ہے کس کا حال میرے حال جیسا
فلک لگتا ہے مجھ کو جال جیسا
کہا، گل کا ہے چہرہ کس طرح کا؟
کہا، اُس نے تمہارے گال جیسا
جو پوچھا چودھویں کا چاند کیسا؟
بتایا، چاندنی کے تھال جیسا
جو میں نے وصل کے بارے میں پوچھا
جواب آیا سنہرے جال جیسا

چلو ہم ایک دن دیکھیں بچھڑ کر
کہا، وہ دن لگے گا سال جیسا

وفا کا عہد کیسا تھا بتاؤ؟
کہا، اک ریشمی رومال جیسا

دھڑکنا دل کو گھائل کر رہا ہے
بظاہر ہے سُرِیلے تال جیسا

پردیسی

رزق کی تلاش میں پردیس سدھارنے والے پنچھی

شاید یہ بات بھول جاتے ہیں

یاد بات نہیں جانتے کہ

اُن کے انتظار کا ذائقہ چکھنے والی آنکھیں تھک بھی جاتی ہیں

اُن کے لیے دعائیں مانگنے والے ہاتھ بے جان بھی ہو جاتے ہیں

اور صرف اُن کے ساتھ

صرف اُن کے ساتھ قدم سے قدم ملانے والے پاؤں بھٹک بھی سکتے ہیں

معجزے اب کہاں پہ ہوتے ہیں؟

اے خدا!

کاش تُو ہی بتلا دے

وہ نگر کس جگہ پہ ہے کہ جہاں؟

لوگ دل میں بسا کے جذبوں کو،

لے کے آنکھوں میں خواب سوتے ہیں

صرف خوشیوں کا راج رہتا ہے

غم فقط بے بسی پہ روتے ہیں

معجزے اب کہاں پہ ہوتے ہیں؟

دیکھو گڑ یا ٹوٹ نہ جائے

اک اک کر چپی جوڑ تراشا اُس گڑ یا کا چہرہ

پھر آنکھوں کے ہیرے ٹانگے تاکہ دُنیا دیکھے

زُلف کے ریشم دھاگوں کو پھراک اک کر کے جوڑا

ہونٹوں کے یا قوت تراشے ستواں ناک بنائی

شہد میں دودھ ملا کر اُس کی رنگت آپ سجائی

پھر پلکوں پر حیرت لکھ دی اور حیرت میں خواب

ان خوابوں میں ہر پل گھلتے کچھ ست رنگے بار

پانی پر لہروں کی صورت بدن تراشا اُس کا

چلتی تھی تو ناگن کی بھی چال بھلا دیتی تھی

ہوا پہ گویا پیروں سے وہ نقش بنا دیتی تھی

گڑیا کی کیا چھب تھی جو بھی دیکھے ہوش گنوائے

میلی میلی سی ہو جاتی جو بھی ہاتھ لگائے

پوری آنکھیں کھول کے دیکھے تو دھڑکن رک جائے

چلتی پون بھی تھم تھم جائے جب پلکیں جھپکائے

سوچ سمجھ کے چھو نا دیکھو گڑیا ٹوٹ نہ جائے

میں کیسے آئینہ دیکھوں؟

مجھے اب آئینے سے خوف آتا ہے

کہ اب اس میں

فقط جلتے ہوئے خوابوں کی بکھری راکھ اڑتی ہے

کوئی چہرہ نہیں باقی

میں کیسے آئینہ دیکھوں؟

جو ڈوبنا ہے تو تاخیر کس لیے سوچیں
بھنور کو ڈھونڈ کے ساحل کی سمت لانا ہے

ہے خار خار سا رستہ سراب سی منزل
بہت ہی سوچ کے پہلا قدم اٹھانا ہے

کوئی بھی عہد کرو تو یہ سوچ لو پہلے
اسے کسی نے نہیں تم نے ہی نبھانا ہے

ابھی نہ چھیڑ گھلی ہیں ابھی ابھی آنکھیں
ابھی تو خواب کا چہرہ ہمیں بنانا ہے

ابھی ستاروں کو پلکوں پہ ٹانگنا ہے بتوں
ابھی تو چاند کو مٹھی میں بھی چھپانا ہے



گلاب رُت کے پلٹنے کا تو بہانہ ہے
محبتوں نے کسی کو پھر آزمانا ہے

وفا کا دل نے تعاقب کیا تو اُس نے کہا
حدودِ وقت سے آگے مرا ٹھکانہ ہے

ہم اک زمانے تک تجھ کو دوش دیتے رہے
اب آ کے ہم پہ گھلا بے وفا زمانہ ہے

اسے ہتھیلی پہ رکھنا ہے احتیاط کے ساتھ
دے کو تیز ہواؤں سے بھی بچانا ہے

اک دور تھا ہم اپنے تصوّر میں ہی گم تھے
مدّت ہوئی آتا ہی نہیں اپنا دھیاں تک

گر پیار کو کہتے ہیں تجارت سے الگ شے
کیوں بات نکل آتی ہے پھر سودوزیاں تک

تم محو سفر اس کو ہواؤں پہ سمجھنا
آنکھوں سے چلی آئے اگر بات زباں تک



اس طرح پچھڑنے کا تھا کب وہم و گماں تک
جاتے ہوئے وہ لے گیا قدموں کے نشاں تک

پلکوں کے جھپکتے ہی یہاں کچھ نہ بچے گا
آنکھوں نے خزانے کو چھپانا ہے کہاں تک

کل آگ انہی گھر کو لگائی تھی کسی نے
اور آج دکھائی نہیں دیتا ہے دھواں تک

اس دنیا میں ملنے کا تو امکان نہیں کوئی
ہم ڈھونڈنے جائیں گے خوشی اگلے جہاں تک



نشاں منزل کا ان آنکھوں کو ہم بتلا بھی سکتے تھے
جو دل رستہ بدل لیتا اسے سمجھا بھی سکتے تھے

تری آنکھوں نے جانے کس لیے محور بدل ڈالا
وگر نہ ان کے رستے دھڑکنوں تک جا بھی سکتے تھے

نہ جانے کس لیے اقرار کرنے میں لگیں صدیاں
ذرا سا کام تھا پل بھر میں وہ کروا بھی سکتے تھے

سنو احسان ہے تم پر کہ دل اب تک تہی رگھا
کسی مہمان کو اس گھر میں ہم ٹھہرا بھی سکتے تھے

بتول! اچھا ہوا جو راستے سے ہی پلٹ آئے
گلابوں کے تعاقب میں خزاں تک جا بھی سکتے تھے

روایت توڑ ہی ڈالی

کلی کو پھول کرنے کی

قسم کھالی ہے بھنورے نے

اُسے روکو..... اُسے روکو

کہو اُس سے

یہ تم کیا کرنے والے ہو؟

اگر تم نے یہی کرنے کی ٹھانی ہے

تو پھر یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا

کلی نے پھول بن کر تو چمن کی دھول بننا ہے

مگر بھنورہ تو اپنی دھن کا پکا ہے

کرے گا وہ جو اُس کے دل پہ لکھا ہے
کلی مچلی — بہت تڑپی، سسکتی ہی رہی لیکن
نہ بچ پائی، کہاں بچ کر بھلا جانا تھا اس کو بھی

کئی صدیوں تک بھنورے نے اس کے رس سے اپنے

لب کیے ترا اور اس کی سوچ میں اک چھید کر ڈالا

کلی اس مشق کی عادی ہوئی تو مسکرا اٹھی

اب اس کے من میں خواہش بھی یہی جاگی

کہ بھنورہ اس کے رنگوں میں سمٹ آئے

اور اس کے رس کو امرت کی طرح پی لے

یوں دونوں نے پرانی بے وفائی کے سبھی قصے مٹا ڈالے

وفا کی رسم رکھتی اور مرتے دم تک اک ساتھ جینے کی قسم کھالی

روایت توڑ دی، بس توڑ دی، بس توڑ ہی ڈالی



بارشیں روح میں اک آگ لگا جاتی ہیں

جسم کے کچے گھروندے کو بھی ڈھا جاتی ہیں

خشک لکڑی کو جلا ڈالتی ہے جس طرح آگ

اس طرح یادیں دل و جان کو کھا جاتی ہیں

دل میں اٹھتا ہوا طوفان، مٹا دے نہ کہیں

مست موجیں تو جزیروں کو مٹا جاتی ہیں

یہ ہری شاخوں سے کترا کے گزرتی ہیں مگر

آندھیاں خشک سے پتوں کو گرا جاتی ہیں

چاہتیں اور تو کچھ بھی نہیں دیتی ہیں مگر
 حشر سا سینے میں اک بار اٹھا جاتی ہیں
 جو ستم سہتی ہیں، ماؤں کو بتاتی ہیں مگر
 بیٹیاں باپوں سے ہر بات چھپا جاتی ہیں
 در بدر خود تو یہ ہوتی ہیں جہاں بھر میں بتول
 خوشبوئیں پھولوں کے سینوں کو بسا جاتی ہیں

مشورہ

محبت نیند نے جاگے ہوئے طوفان جیسی ہے
 کسی سمٹے ہوئے ہیجان جیسی ہے
 محبت کو کبھی کمزور مت جانو



خیال و خواب سے آگے نکل کے دیکھ ذرا

اس اغطراب سے آگے نکل کے دیکھ ذرا

کتابِ دل میں ہزاروں ہی واقعات سہی

تو اس کتاب سے آگے نکل کے دیکھ ذرا

کئی ستارے ترے انتظار میں گم ہیں

اب انتخاب سے آگے نکل کے دیکھ ذرا

محبتوں میں کمی کیا، زیادتی کیوں ہے

تو اس حساب سے آگے نکل کے دیکھ ذرا

ورق ورق پہ چمکتا ہوا ہے نام تیرا

اب انتساب سے آگے نکل کے دیکھ ذرا

پچھتاوا

آج.....

آج تمہارا وہ چہرہ دیکھا

جو اس سے پہلے دیکھ نہیں پائی تھی

لیکن اب سب بے سود ہے، لا حاصل ہے

اب تو پیچھے جل بجھنے والی.....

کشتیوں کی راکھ کے سوا کچھ بھی نہیں

کچھ بھی تو نہیں.....

لبوں پہ آہنی تالے لگا لیے اُس نے
جو اپنی سوچوں میں لاکھوں سوال بُنتا ہے

عروج اُس کی نگاہوں میں کب محبت کا
مُحبتوں کا وہ ہر پل زوال بُنتا ہے

اُدھڑتا جاتا ہے دل کا غلاف اُس کا بھی
جبھی تو سینے سے اس کو نکال بُنتا ہے

نظرِ نظر میں وہ چہرے تراشتا ہے بتول
کسی کے گال پہ کالا سا خال بُنتا ہے



ہمارے خواب سے بہتر خیال بُنتا ہے
عجیب شخص ہے پانی سے جال بُنتا ہے

وہ لفظ لفظ میں بُنتا ہے معجزوں کا وجود
کہانیاں بھی جو دیکھو کمال بُنتا ہے

عدو کے وار سے بچنا محال ہے اُس کا
جو اپنے ہاتھ سے کاغذ کی ڈھال بُنتا ہے

وہ ”کل“ کے آنے کی مطلق خبر نہیں رکھتا
جو جی کے ماضی میں باتوں سے حال بُنتا ہے



ہم کو اکثر گھاؤ دل کے خون سے دھونا پڑے
جب گلابوں کی جگہ کانٹے یہاں بونا پڑے

ہم کسی سے کم نہیں ہیں سوچ لو تم آج ہی
یہ نہ ہو قدموں میں گر کے کل تمہیں رونا پڑے

اجنبی بن کر جسے ملتے رہے ہیں آج تک
یہ بھی ممکن ہے کہ کل اُس شخص کا ہونا پڑے

ہم نے تم کو پالیا ہے پھر بھی دھڑکا ہے ہمیں
آنے والے پل میں ممکن ہے تمہیں کھونا پڑے

زندگی بھر کی تھکن وہ بھول جائے گا بتو
اس شجر کی چھاؤں میں جس کو کبھی سونا پڑے

تم ایسا کرنا.....

تم ایسا کرنا.....

محبستوں کا شعور پا کر بھی بے خبر سے دکھائی دینا
وفا کا منشور دل پہ لکھنا مگر تم اس کو

کبھی بھی جاں کا نہ روگ بننے کا اذن دینا

کہ یہ بالآخر تمہارے خوابوں کے قتل ہونے کا سلسلہ ہے

فلک کا بے درد فیصلہ ہے

تم اپنے خوابوں کا خون دیکھو گے کس طرح سے؟

تم ایسا کرنا

محبستوں کا شعور رکھ کر بھی بے خبر ہی دکھائی دینا

ابھی سے.....

گلابوں سا مرا چہرہ ہوا سرسوں
دیئے آنکھوں کے بجھتے ہی گئے یک دم
ابھی کچھ رات باقی تھی
ابھی دل کی زمیں پر پُھول کھلنا تھا کہ
نجر کر گیا کوئی.....

ابھی کچھ خواب پلکوں پر لکھے ہی رہ گئے باقی
ابھی تو ہم نے مل کر دھڑکنوں میں گیت بنے تھے
ابھی تو تیلیوں کے رنگ چُنے تھے
ابھی سے تم نے سوچا اور چاہا ”ہم“ بچھڑ جائیں؟

آئینہ

دیکھنے والا تو اس میں خود کو پاتا۔ ہے مگر
آئینے میں ہے کسی کا عکس اُس کو کیا پتہ
وہ سمجھتا ہے فقط ٹھہرا ہوا سا گرا
آئینہ رہتا ہے محوِ رقص اُس کو کیا پتہ

گرٹ یا کاگم ہوتا بچپن اور اُس کا منہ زور سا جو بن
پنگھٹ کی وہ ساری گھاتیں
نٹ کھٹ سکھیوں کی وہ باتیں
لبے لبے الہڑدن اور بیکل راتیں
مائیں نی! وہ گرٹ یارانی اک دن گھر سے باہر نکلی
اور نہ لوٹی! گھر کا رستہ بھول گئی وہ.....

جنگل کے خاموش نگر نے اُس کی آنکھیں چھین لیں اُس سے
زہریلے خاروں نے اُس کے پیروں کو رنگین کیا ہے
اُس کے ہاتھوں پر گر لاتی، روتی، سسکتی قسمت دیکھی
مائیں نی!
تُو بھول گئی کیا وہ چھوٹی سی گرٹ یارانی؟

تُو بھول گئی کیا.....؟

مائیں نی!
تُو بھول گئی کیا؟
وہ چھوٹی سی گرٹ یارانی،
کچا آنکھن، پیپل کا وہ پیڑ گھنسا
تنتلی کے سنگ اڑتی ہوئی اک ”خواب کہانی“
خواب کہانی کے رنگوں میں مٹتا اُبھرتا ایک ہیولا
مائیں نی! کیا
سوندھی مٹی کی خوشبو بھی بھول گئی تُو
تجھ کو کچھ بھی یاد نہیں کیا؟

”وہ“ گیا کب سے.....

چلو ہم ایسا کرتے ہیں

انا کے سرخ پرچم کو
کریں ہم اس قدر اونچا کہ بڑھ کر آسماں چھو لے
چلو ہم اپنے ہاتھوں سے وچھوڑا رقم کرتے ہیں
چلو اب کے قدم ایسا اٹھاتے ہیں
کہ اپنے اپنے رستے موڑ کر پھر سے
نئی منزل کو چلتے ہیں
چلو ہم زیست کو آسان کرتے ہیں
گلابوں کی جگہ دامن میں اپنے خار بھرتے ہیں
چلو ہم ایسا کرتے ہیں

”وچھوڑے کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں جاناں اور

ہر صورت، لہو کا رنگ لے کر سانس لیتی ہے
رگوں میں زہر بن کر بھاگتا رہتا ہے ہر پل یہ
کوئی کب تک، کہاں تک اس سے بچ کر زندگی ڈھونڈے
وچھوڑا وصل کا انجام ہوتا ہے
بہت ہی ”خاص“ حالت میں بہت ہی ”عام“ ہوتا ہے
وچھوڑا ”شام“ ہوتا ہے“

یہ سب باتیں وہ کر کے چل دیا مڑ کے نہیں دیکھا
مرے من میں اُبھرتی گُوک میں اب ریل کی بھی گُوک شامل ہے
مری آنکھوں کے آگے دُور جاتی ریل، خالی پٹریوں کی دُھول باقی ہے
وچھوڑے کا مجھے پیغام دے کر ”وہ“ گیا جب سے
دھواں سا آسماں کی وسعتوں میں ہو گیا تب سے

چلو تم اب نکھڑ جاؤ

ہمیں برباد ہونے دو چلو آباد ہو جاؤ

ہمیں تنہائی کے صحرا میں رہنے دو ہمیشہ کے لیے تنہا

چلو تم خوشبوؤں کے قافلے کے راہبر ٹھہرو

ہمارے حال سے تم بے خبر ٹھہرو کسی کے ہم سفر ٹھہرو

نکھڑنا ضد تمہاری تھی

چلو یہ ضد کرو پوری

چلو یہ ضد کرو پوری

نکھڑنا ضد تمہاری تھی

نکھڑنا ضد تمہاری تھی

مگر جاناں!

نکھڑنا موت ہوتی ہے

نکھڑنا ذات کا بے آب موتی ہے

یہی تو ہم کہا کرتے تھے تم سے ہر گھڑی لیکن

تمہیں اس پل یہی ضد تھی کہ تم کو بس نکھڑنا ہے

نکھڑنا ہے، نکھڑنا، نکھڑنا ہے

لو اب یہ ضد کرو پوری

حیرت

تمہاری ذات میں مدغم
کسی کی ذات ہو جائے
مجھے حیرت سی ہوتی ہے

اگر

یہ آنکھیں ساتھ دیتی ہی نہیں اپنا
بہت دن تک
کسی بھی خواب وادی میں اگر ٹھہریں

مرا اک کام کرنا ہے

”وہاں“ جا کر وہاں جا کر مجھے تم بھول مت جانا
مجھے معلوم ہے تم کو ”وہاں“ جا کر بہت سے کام کرنے ہیں
ادھورے کام نمٹانے کی خاطر جا رہے ہو تم.....
مگر تم ایک پل میری طرف دیکھو

یہاں پر بھی تمہاری اک نظر کے منتظر کتنے ادھورے کام
باقی ہیں

تمہیں آ کر انہیں بھی تو ذرا سا وقت دینا ہے
مری آنکھوں کے بجھتے سے دیے آ کر جلانے ہیں
مرے ہونٹوں پہ آ کر ان گنت نغمے سجانے ہیں
مرے پیروں کے چھالوں کو گلابوں میں بدلنا ہے
مجھے بانہوں میں بھرنا ہے

مرا یہ ”کام“ کرنا ہے

مجھے بھی کھودیا تم نے.....؟

فقط میں ہی تو تھی جس نے

تمہارے سارے زخموں کو چھواتھا اپنے ہونٹوں سے

وہ میں تھی جس نے پلکوں کے قلم سے بارہا جاناں!

تمہاری بولتی آنکھوں پہ لاکھوں شعر لکھے تھے

تمہارے دل کی دھرتی پر،

وفاؤں کے ہزاروں عکس رکھے تھے

بتاؤ کس نے تم کو زندگی دے کر عوض میں موت چاہی تھی

مگر یہ کیا کیا تم نے؟

مجھے بھی کھودیا تم نے؟

بھلا دیا نا.....؟

کہا تھا تم نے

”مجھے بھلا نا“ نہیں ہے آسان اتنا جاناں!

کہا تھا میں نے

اگر میں چاہوں تو ایک پل میں تمہیں بھلا دوں

کہا جو میں نے وہی کیا نا.....؟

بھلا دیا نا.....؟؟؟



جان پہچان ہو بھی سکتی تھی

زیست آسان ہو بھی سکتی تھی

جو نظر اٹھ کے اس طرف آئی

دل کی مہمان ہو بھی سکتی تھی

تری طرف سے جو غم اُس نے پائے تھے ان کا
وہ بوجھ ڈھو کے ترے شہر سے چلا بھی گیا

سدا جو ہنسنے کا ارمان دل میں رکھتا تھا
وہ آج رو کے ترے شہر سے چلا بھی گیا



کسی کا ہو کے ترے شہر سے چلا بھی گیا
وہ خود کو کھو کے ترے شہر سے چلا بھی گیا

بہت اُداس تھیں آنکھیں اسی لیے ان میں
عذاب بو کے ترے شہر سے چلا بھی گیا

ہواؤں نے تجھے سندھیہ دے دیا ہوگا
کبھی کا ہو کے ترے شہر سے چلا بھی گیا

گُماں سمیٹ کے دامن میں اُن گنت اک دن
یقین کھو کے ترے شہر سے چلا بھی گیا

ابھی بھی روک لو تلی کو مرنے سے

سُنو جاناں! محبت میں، کسی کو پانے کی عجلت،

دکھا کر کیا ملا تم کو.....؟

کبھی سوچا، کبھی سوچا کہ تم نے مجھ کو بھی تو خالی خولی،

جھوٹے ریشم کے ہی دھاگوں میں،

اُجھنے کی سزا دی ہے

سُنو، میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟

یہ سب کچھ کیوں کیا تم نے؟

مجھے یوں زندگی سے بدگماں کر کے بھلا کیا پالیا تم نے؟

ابھی بھی وقت ہے تم روک لو تلی کو مرنے،

خوشبوؤں کو یوں بکھرنے سے

وگرنہ کل تمہارے ہاتھ،

یادوں کی ذرا سی راکھ ہوگی اور کچھ بھی تو نہیں ہوگا

ابھی بھی وقت ہے تم روک لو تلی کو مرنے سے

مگر ہم کچھ نہیں جاناں!

اگر ہم خواب ہو جاتے

تو کس نے آ کے کہنا تھا

کہ تم تعبیر بن جاؤ

مری تقدیر بن جاؤ

کبھی نہ ٹوٹنے والی حسیں زنجیر بن جاؤ

اگر ہم پھول بن جاتے

تو کس نے آ کے ہم کو خوشبوؤں کی داد دینی تھی

ہمیں انفاس کی پوروں سے چھونا تھا

تمہیں بے خود بنانے کا سلیقہ کیسے آیا ہے؟
 تمہیں اس جا سے اُس جا تک بکھرنا کیسا لگتا ہے؟
 تمہیں پھولوں کے سینوں میں مہکنا کیسا لگتا ہے؟
 مگر ہم کچھ نہیں جاناں!
 کہاں خوشبو کی صورت ہیں
 کہاں ہم پھول جیسے ہیں
 کہاں ہیں چاند کا پر تو
 مٹی تقدیر جیسے ہیں
 فقط ہم ہیر جیسے ہیں

سوار ہم کو ہوا کے دوش کرنا تھا
 ہمیں مدہوش کرنا تھا
 اگر ہم چاند کہلاتے
 تو کس نے آ کے کہنا تھا
 تمہاری ساری کرنیں نور کے تاروں سے لکھی ہیں
 یہ سب ہیں آئینوں جیسی
 تمہیں یوں آسماں کے ان ستاروں میں،
 چمکنا کیسا لگتا ہے؟
 تمہیں یک دم کسی کچے سے آنگن میں اترنا کیسا لگتا ہے؟
 اگر خوشبو ہمارا نام ہو جاتا
 تو کس نے آ کے کہنا تھا
 ہواؤں پر کوئی پیغام لکھ جاؤ
 ہمارے نام لکھ جاؤ
 فنا کو چھو کے بھی،
 تم کو بقا کا یہ ہنر کس نے سکھایا ہے؟

امام زمانہ کی نذر



حسنؑ کے لعل کچھ تو حوصلہ دو
خبر آنے کی ہم سب کو سنا دو

اٹھا دو اب تو پردہ اپنے رخ سے
مرے مولا! ذرا درشن کرا دو

زمانہ تھک گیا ہے راہ بتکتے
اسے تم آ کے تھوڑا آسرا دو

کوئی سُننا نہیں فریاد آقا!
کدھر جائیں ہمیں کچھ تو بتا دو

سیکنہ اس لیے پیاسی کھڑی ہے
کہ پہلے حُرملہ کو تم سزا دو

درتچے کو گھلا رکھنا نہیں تھا
مسلل چاند کو تکنا نہیں تھا

فلک پر ہی اگر بسنا تھا تم کو
تو پاؤں خاک پر رکھنا نہیں تھا

”محبت زہر ہے“ اب کہہ رہے ہو؟
تو اس کا ذائقہ چکھنا نہیں تھا

جو منزل کا یقین ہو جاتا دل کو
تو اس نے اس قدر تھکنا نہیں تھا

ابھی عابد کی آنکھیں خوں میں تر ہیں
تم اس بیمار کو اب تو دوا دو

ابھی سیدانیوں کے سر ہیں زنجی
تم ان پر آ کے مرہم ہی لگا دو
صد ماتم کی آتی ہے فلک سے
ہماری بھی صدا اس میں ملا دو

ہمیں بھی چادرِ زینب کا غم ہے
ہمارے سر پہ زہرا کی ردا دو
ابھی غازی کے ہیں مقروض مولّا!
علم گھر گھر پہ اب اس کا لگا دو

بچا لو گھر مرا کبریٰ کے صدقے
مری اُجڑی ہوئی دنیا بسا دو

بتول اب تھک گئی جور و الم سے
اسے زہرا کے صدقے میں دُعا دو